جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا کوئی ایمان نہیں
اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1998ء بمقام بیت الرشید، ہمبرگ۔ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۹﴾ (النساء:59)

پھر فرمایا:

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت ان کے اہلوں کو دیا کرو یا جو امانات کے اہل ہیں ان کو امانتیں واپس کر دیا کرو۔ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اور جب بھی تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

امانت کا مضمون وہ مضمون ہے جس کی خاطر زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا یعنی امانت خدا کے اس بندے کے سپرد کرنے کی خاطر جسے اللہ تعالیٰ نے آخری طور پر چننا تھا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکن یہ مضمون بہت ہی وسیع ہے اور اس پر میں پہلے بھی کئی دفعہ بات کر چکا ہوں۔ آج کے خطبہ کے لئے میں نے اس مضمون کا صرف ایک حصّہ چنا ہے اور اس حصّہ کی ضرورت اس

لئے پیش آتی ہے کہ امانت کے تعلق میں ابھی جماعت کو بہت کچھ سمجھانے اور بار بار یاددہانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ بار بار ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ امانت کے معاملہ میں یا پیچھے ہٹ جاتے ہیں یا امانت کی باریکیوں کو سمجھتے نہیں اور نفس ان کو اس معاملہ میں دھوکا دے دیتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:10) مجھے بھی ان امور کی بار بار نصیحت کرنی پڑتی ہے۔ اس مضمون کو میں نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی بہت سی احادیث سے سجایا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے امانت کے باریک ترین پہلوؤں پر بھی مختصر الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

پہلی حدیث جو میں نے اس مضمون کے لئے چنی ہے وہ مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ یہ فرمایا:

”لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ۔“

(مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند انس بن مالك، مسند نمبر:12383)

یعنی ”جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔“ تو یہ معاملہ جو امانت کا معاملہ ہے بہت گہری اہمیت رکھتا ہے۔ ان دو لفظوں میں اس سے بہتر امانت کی اہمیت نہیں سمجھائی جا سکتی تھی کہ امانت کے نتیجے میں ہی انسان عہد پورا کیا کرتا ہے اور عہد پورا کرنے والا ہو تو وہ ضرور امین ہوگا۔ یہ دو باتیں لازم وملزوم ہیں اور دین کا خلاصہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے سپرد فرمایا کیونکہ یہ دونوں باتیں آپ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں امانت کا سب سے زیادہ حق ادا کرنے والے اور اپنے عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے۔ پس یہ دو باتیں اگر جماعت میں رائج ہو جائیں تو جو زندگی کا مقصد ہے وہ پورا ہو جائے گا اور اگر یہ باتیں رائج نہ ہوں تو زندگی بے کار ہے، اس کا کوئی مقصد نہیں رہتا۔ یہ جو بنیادی نکتہ ہے اس کی تفصیل میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے بہت سی نصیحتیں کی ہیں تاکہ بات کو مختلف پہلوؤں سے کھولا جائے۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل ہی سے ایک اور حدیث لی گئی ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

”کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر اور صدق اور کذب اکٹھے نہیں ہو سکتے ۔ لَا يَجْتَمِعُ الصِّدْقُ وَالْكَذِبُ جَمِيعًا، وَلَا تَجْتَمِعُ الْخِيَانَةُ وَالْأَمَانَةُ جَمِيعًا کہ کسی شخص کے دل میں نہ امانت اور خیانت اکٹھی ہو سکتی ہیں، نہ جھوٹ اور سچائی اکٹھے ہو سکتے ہیں ۔“

(مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابة، مسند أبي هريرة، مسند نمبر: 8593)

سوال یہ ہے کہ جھوٹ اور سچائی اکٹھے نہیں ہو سکتے کا مطلب کیا ہے ۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ ایک شخص جب سچ بول رہا ہے تو سچ ہی بول رہا ہے اس وقت اس کے دل میں جھوٹ نہیں ہو سکتا اور ایک شخص جو جھوٹ بول رہا ہے جب وہ جھوٹ بول رہا ہے تو جھوٹ ہی بول رہا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ فرمانا کہ ایک شخص کے دل میں جھوٹ اور سچ اکٹھے نہیں ہو سکتے اس کا کچھ اور ہی مطلب ہے اور کوئی بہت گہرا مطلب ہے ۔ گہرا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو سچا ہو اس کے دل میں کبھی بھی جھوٹ نہیں رہتا اور وہ شخص جو امانت دار ہو وہ کبھی بھی خائن نہیں ہوتا ۔ اس لئے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں اور سچ بھی بولتے ہیں ۔ جب سچ بول رہے ہوں تو سچے ہوتے ہیں اور جب جھوٹ بول رہے ہوں تو جھوٹے ہوتے ہیں ۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس مضمون کو گہرائی سے یوں بیان فرمایا کہ جو سچ بولنے والا ہے اس کے دل میں جھوٹ جھانک بھی نہیں سکتا، ناممکن ہے کہ اس کے دل میں جھوٹ اور سچ اس طرح ہوں کہ گویا ایک ہی گھر میں دونوں سمائے ہوئے ہوں اور یہی امانت دار کا حال ہے ۔ تو اس پہلو سے اپنے آپ کو پرکھ کر دیکھیں کہ کیا آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے ہیں اور کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتے سوائے اس کے کہ غیر ارادی طور پر بولا جائے، وہ ایک الگ مسئلہ ہے ۔ اس کے متعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی کئی نصائح ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ غیر ارادی طور پر اگر جھوٹ بولا جائے تو وہ ایک سرسری سی چیز ہے جسے اللہ نظر انداز فرما دیتا ہے ۔ مثلاً باتوں باتوں میں زیب داستاں کے لئے بعض لوگ ایک چیز کو بڑھاتے رہتے ہیں ۔ اگر عادتاً جھوٹ نہ بولا جائے اور عادتاً بات کو نہ بڑھایا جائے تو کبھی کبھار اتفاق سے ایسا ہو جانا یہ خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ میں نہیں لکھا جاتا ۔ پس بعض دفعہ سچے آدمیوں سے بھی یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ بات کرتے کرتے، کہانی کو سجانے کی خاطر کبھی ایسی بات بھی کہہ دیتے ہیں جو اس کہانی کا حقیقی حصہ نہیں ہوتا تو اس کے نتیجہ میں اس شخص کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا مگر جو عادتاً سچا ہو اس سے ایسا واقعہ شاذ کے طور پر سرزد ہوتا ہے اور وہ بھی عمداً نہیں ۔

عادتاً سچے کے اندر مستقلاً جھوٹ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی اور یہ وہ پہلو ہے جس سے اگر ہم اپنے آپ کو پرکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم میں بہت کم ایسے ہیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس تشریح کے مطابق سچے کہلا سکتے ہیں۔

پس سچا بننے کی کوشش کرو اور یہ بہت مشکل کام ہے اس کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہے اور بہت نفس کے تجزیہ کی ضرورت ہے۔ انسان اکثر غفلت کی حالت میں زندگی بسر کرتا ہے اور تجزیہ سے کام نہیں لیتا حالانکہ کوئی حقیقت بھی دراصل حقیقت نہیں ہوتی۔ اکثر حقیقتیں خیال ہوتی ہیں انسان سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت ہے مگر وہ حقیقت نہیں ہوتی۔ اس کا اگر پوری طرح احساس ہو جائے کہ بسا اوقات انسان ساری زندگی دھوکے کی زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے اور وہم میں مبتلا ہوتا ہے کہ میری زندگی ایک حقیقی زندگی ہے اگر اس کا پوری طرح احساس ہو جائے تو ہر لمحہ انسان باشعور ہو جائے گا، ہر لمحہ انسان بیداری کے ساتھ اپنی باتوں کو پرکھتا رہے گا اور جائزہ لیتا رہے گا یہی ایک طریق ہے جس کے ذریعے انسان کو اپنی پہچان ہو سکتی ہے اور اسی کا نام عرفان ہے۔ کوئی شخص بھی اگر اپنا عرفان نہیں رکھتا یاد رکھیں کہ اسے اللہ کا عرفان بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ پس یہ تمام مضمون ایک دوسرے سے متعلق ہیں اور ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ تو پہلی نصیحت تو آج کے خطبہ میں یہی ہے کہ اپنے نفس کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش کرو اور یہ عرفان رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک دن یا دو دن کا کام نہیں، مہینوں اور سالوں کا کام بھی نہیں ہے۔ آپ اپنے اوپر یہ تجربہ کر کے تو دیکھیں جب بھی آپ روزانہ اپنی باتوں کا جائزہ لینے کی عادت ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے بہت سی باتیں خیالی تھیں اور فرضی تھیں۔ پس سارا دن یہ محاسبہ ہونا چاہئے، سارا دن انسان کو اپنی باتیں الٹ پلٹ کر دیکھتے رہنا چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی اس نصیحت کے مطابق اپنے اوپر بارہا تجربہ کیا ہے اور روز اسی تجربے میں زندگی گزرتی ہے اور بسا اوقات باوجود پوری کوشش کے میں دن کی باتوں کا جائزہ لیتا ہوں تو پتا چلتا ہے کہ ان میں بھی بعض بے حقیقت باتیں تھیں، خالی باتیں تھیں جو میں سمجھ رہا تھا کہ ٹھیک ہیں مگر گہرے تجزیہ سے وہ درست نہیں نکلتیں۔ پس اس میں آپ کا اور میرا کوئی فرق نہیں۔ آپ بھی اسی راہ کے سالک ہیں جس راہ کا میں سالک ہوں اور ہدایت کی تلاش میں جس طرح آپ رواں دواں ہیں ویسے ہی میں بھی ہوں اور

آنحضرت ﷺ نے جو ہدایت بخشی ہے اس میں ہم سب مخاطب ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہیں اور میں نہیں، میں ہوں تو آپ نہیں لیکن فرق یہ ہے کہ کوئی چلتے چلتے زیادہ آگے نکل گیا ہے، کوئی ابھی پیچھے ہے اور اسے بہت سفر طے کرنا ہے مگر سفر طے کرنا شروع کر دیں تو پھر ہی طے ہوگا۔ اگر طے کریں گے ہی نہیں تو کیسے سفر طے ہوگا۔ پس تھوڑا یا زیادہ، کچھ آہستہ کچھ تیز، کوشش کریں کہ یہ سفر جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے اسے ہم روزانہ کچھ نہ کچھ طے کریں۔ کوئی دن ہم پر ایسا نہ گزرے جب ہم یقین نہ کرلیں کہ آج ہم نے ایک دو قدم اور بڑھا لئے ہیں۔ اگر یہ شروع کر دیں تو پھر یہ جماعت ایک جماعت بن جائے گی اور اس کے بغیر یہ افراد میں بٹی ہوئی ہوگی، جماعت نہیں بن سکتی کیونکہ جماعتیں اکٹھی چلتی ہیں اور اکٹھی چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی شخص کے وجود کی طرح ایک ہی جسم میں سمٹ جاتی ہیں۔ جماعتیں جب چلتی ہیں تو اکٹھی اس طرح چلتی ہیں کہ ایک امام کے پیچھے چلتی ہیں وہ آگے ہوتا ہے اور ان کا جلوس بعض دفعہ بہت لمبا پیچھے چل رہا ہوتا ہے لیکن چلتی اسی سمت میں ہیں اس کو اکٹھا چلنا کہتے ہیں۔ اکٹھا چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ سمٹ کے ایک دوسرے سے جُڑ جُڑ کے تو اتنا سمٹ جاتے ہیں کہ گویا ایک ہی وجود بن جاتے ہیں یہ درست نہیں ہے، اکٹھے کا یہ بھی مفہوم ہوتا ہے اور یہ بھی مفہوم ہے جو میں بیان کر رہا ہوں کہ ایک ہی سمت پر چلیں اور کوشش کریں کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھیں۔ اس کوشش میں کچھ کمزور ہیں جو پیچھے رہ جائیں گے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کو صلاحیتیں ہی نہیں ہیں کہ وہ زیادہ آگے بڑھ سکیں مگر کوشش ضروری ہے۔ پس اس پہلو سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پیش نظر رکھیں کہ اگر دل میں سچ ہے تو جھوٹ ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اگر انسان امانت دار ہے تو ناممکن ہے کہ خیانت بھی کرے۔ یہ آخری منزل ہے جس کی طرف ہمیں سفر کرنا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے امانت کی اہمیت پر اتنا زور دیا ہے کہ فرمایا نبوت کی صفات میں سے بنیادی صفت امانت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی امانت سے پہچانا جاتا ہے اور امانت ہی کے نتیجے میں اسے نبوت عطا ہوتی ہے۔ پس کسی نبی کو جانچنے کی یہ پہچان دائمی ہے۔ اس میں ضروری نہیں کہ سب سے افضل نبی کی یہ پہچان ہو۔ یہ ایک ایسی پہچان ہے جو ہر نبی میں لازم ہے اور اسی پہچان سے ھرقل نے آنحضرت ﷺ کی پہچان کی تھی۔ یہ بخاری کتاب الشھادات سے حدیث لی گئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

’’عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ، أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ: أَنَّهُ يَأْمُرُ بِالصَّلَاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالعَفَافِ، وَالوَفَاءِ بِالعَهْدِ، وَأَدَاءِ الأَمَانَةِ، قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ۔‘‘

(صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب من أمر بأنجاز الوعد، حدیث نمبر: 2681)

میں نے اصل عبارت اس کی اس لئے پڑھی ہے کہ میری نظر پڑی ہے تو ہمارے کبابیر سے آئے ہوئے بہت سے عرب دوست ہیں جن کو غالباً ترجمہ سننے میں دقت ہوگی تو اصل الفاظ عربی کے بھی اگر بیان کردوں تو وہ خوش ہونگے اور اب میں نے دیکھا ہے تو واقعی ان کے چہرے کھلکھلا اٹھے ہیں کہ حدیث کے اصل عربی الفاظ ان کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ اب اس کا ترجمہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے ابوسفیان نے بتایا تھا۔ ابوسفیان اس وفد میں شامل تھا جو عربوں نے ھِرَقْل کی طرف بھجوایا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے ابوسفیان نے بتایا تھا کہ ھِرَقْل نے انہیں کہا کہ میں نے تجھے یہ پوچھا تھا کہ محمد تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ دراصل ھِرَقْل نے آنحضرت ﷺ کے متعلق پوچھا اور اس کا مقصد یہ تھا مگر ابوسفیان نے بات کو ٹالا۔ اس نے کہا ہمارا اور ان کا معاملہ تو ایسا ہی ہے کبھی وہ اوپر آ گئے کبھی ہم اوپر آ گئے۔ یہ اونچ نیچ آپس میں ہوتی رہتی ہے۔ ھِرَقْل نے کہا میں نے یہ نہیں پوچھا، میں نے یہ پوچھا تھا کہ تمہیں حکم کس بات کا دیتا ہے۔ اس پر مجبور ہو کر اس نے یہ جواب دیا کہ وہ نماز کا حکم دیتا ہے، وہ سچائی کا حکم دیتا ہے، وہ پاکدامنی کا حکم دیتا ہے، عہد پورا کرنے کا حکم دیتا ہے اور امانتیں ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اب یہ ایک ایسی بات ہے جو بالکل واضح اور قطعی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تمام عمر ان چیزوں کے سوا حکم ہی کوئی نہیں دیا اور ابوسفیان یہ بتانے پر مجبور ہو گیا۔ اس پر ھِرَقْل نے یہ پتے کی بات کہی کہ یہی تو ایک نبی کی صفت ہے۔ یعنی دُنیا میں ہر نبی انہی چیزوں کا حکم دیتا ہے اور جھوٹے کو یہ نصیب نہیں ہوا کرتا۔ اب اس بات کو اگر آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت بنا کر دیکھیں تو دُنیا جہان کے علماء ایک طرف ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب کریں، ہر احمدی گواہی دے گا کہ تم جھوٹے ہو کیونکہ نبیوں کی بنیادی صفات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام میں موجود ہیں اور انہوں

نے ہمیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا۔ کب کہا ہے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے کہ تم جھوٹ بولو۔ کب کہا ہے کہ امانتوں میں خیانت کرو، کب کہا ہے کہ دوسروں کے حق مارو۔ پس باتیں ہمیشہ سچی کہیں اور وہی کہیں جو نبی کہتے ہیں، اور ہوں جھوٹے! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مقصد کیا ہے ایک دعویٰ کرنے کا جب نیک لوگ بنائے جارہے ہوں اور بدی کے خلاف جہاد شروع ہوگیا ہوا یسا شخص جو اتنا عظیم کام ہاتھ میں لیتا ہے وہ خدا کی طرف جھوٹ کیسے گھڑ سکتا ہے۔ اس لئے ہِرَقل کی بات بہت گہری ہے اور حیرت کی بات ہے کہ ہِرَقل کو خدا تعالیٰ نے اتنی سمجھ عطا فرمائی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس نے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سچائی کو پہچان لیا۔

ایک حدیث ام سلمہؓ کی روایت ہے جو سنن الترمذی سے لی گئی ہے

”عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔“

(سنن الترمذی، أبواب الأدب عن رسول الله، باب أنّ المستشار مؤتمن ، حدیث نمبر: 2823)

ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا: ”اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ یعنی جس سے مشورہ کیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔“ اب یہ چھوٹی سی حدیث ہے لیکن بہت گہری باتیں اس میں بیان ہوگئی ہیں۔ آپ لوگ روزمرّہ کسی مسئلہ میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں لیکن جس سے مشورہ کیا جائے وہ ضروری نہیں کہ آپ کو سچا مشورہ ہی دے اور بسا اوقات مشورہ کے دوران وہ اپنے چھپے ہوئے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دیتا ہے حالانکہ جس سے مشورہ مانگا جائے وہ امین ہونا چاہئے اس کے اوپر اعتماد کیا گیا ہے، مُؤْتَمَن ہے وہ ،اور جس پر اعتماد کیا جائے اس کو مشورہ ہمیشہ درست دینا چاہئے۔ چنانچہ روزمرّہ کی زندگی میں آپ دیکھیں کہ یہ انسانی زندگی کی اصلاح کے لئے کتنی ضروری نصیحت ہے۔ جماعت احمدیہ کا نظام بھی مشورہ پر مبنی ہے اور روزمرّہ ہر انسان مشورہ کا محتاج ہے لیکن بسا اوقات جب مشورہ کیا جاتا ہے تو مشورہ دینے والا انسان غور نہیں کرتا کہ اس مشورہ میں کچھ میری نیت بھی داخل ہے اور خواہ وہ نیت اچھی ہی ہو مگر جب مشورہ مانگا جائے تو اس اچھی بات کو مشورہ میں شامل کرنا بددیانتی ہوتی ہے۔ اب یہ بات بظاہر عجیب ہے اور متضاد ہے لیکن میں آپ کے سامنے اپنے تجربہ سے کھول دیتا ہوں۔ بعض دفعہ میں پوچھتا ہوں کہ فلاں جگہ جانے کے لئے کتنا وقت درکار ہے، کون سا راستہ مناسب ہے؟ کوئی شخص جو یہ چاہتا ہو کہ میں اس کے گھر بھی آؤں وہ اپنے گھر والا رستہ

بتا دیتا ہے۔ کہتا ہے فلاں طرف سے فلاں جگہ جائیں اور آخر پر ہمارا گھر بھی اسی رستہ پر پڑتا ہے تو اگر ایک دو منٹ کے لئے وہاں بھی جائیں تو بہت اچھی بات ہے۔ اب آپ دیکھیں بظاہر اچھی بات ہے لیکن جھوٹ بھی شامل ہے اس میں۔ مُستَشَار نہیں رہا وہ، مُؤتَمَن نہیں رہا۔ اس کا فرض ہے وہ یہ بتائے کہ اگر آپ جلدی پہنچنا چاہتے ہیں تو یہ رستہ ہے اور یہ اچھا رستہ ہے۔ اگر آپ گھنٹہ اور لگانا چاہیں تو آدھے گھنٹے کے رستہ پر ہمارا گھر حاضر ہے۔ چند منٹ کے لئے وہاں بھی آجائیں۔ اور جب وہ چند منٹ کے لئے کہے گا تو نیت ہوگی کہ کم سے کم آدھا گھنٹہ اور لگ جائے۔ اب یہ مخفی باتیں ہیں یعنی سچا آدمی جان کے جھوٹ نہیں بول رہا۔ جب وہ چند منٹ کہتا ہے تو یہ اثر ڈالنا چاہتا ہے کہ تھوڑی دیر میں کام ہو جائے گا لیکن اگر میں ہاں کہہ دوں تو فوراً اپنی بیوی کو فون کرے گا کہ جتنے رشتہ دار ہیں اکٹھے کر لو اور ہر قسم کے کھانے پکالو، جو پھل ملتا ہے وہ مہیا کر لو تا کہ آج موقع ہے اس موقع سے فائدہ اٹھالیں اور وہ جو نصف گھنٹہ ہے وہ بھی میں احتیاط سے بتا رہا ہوں۔ یہ سارا معاملہ ایک گھنٹہ کا بن جاتا ہے اور یہ مجھے تجربے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتوں میں بہت گہرے راز ہیں۔ اگر احتیاط سے ان نصیحتوں پر عمل کریں تو جب آپ سے مشورہ مانگا جائے اس وقت اپنی نیتوں کو نکال کر باہر پھینک دیں، اپنے مفادات کو نکال کر باہر پھینک دیں اور خالصۃً وہ مشورہ دیں جو آپ کو امین ظاہر کر رہا ہو، وہ ثابت کرے کہ آپ امانت کا حق ادا کرنا جانتے ہیں۔

یہ روز مرّہ کی زندگی کی باتیں ہیں جو روزانہ آپ کو دیکھنی پڑیں گی۔ اب شادی بیاہ کے معاملات ہیں ان میں مشورے ہوتے ہیں اور اکثر ان مشوروں میں دھوکا ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ تو عمداً دھوکا دیتے ہیں یعنی جو بات کسی لڑکی میں نہیں ہے وہ بتائیں گے۔ جو عیب کسی لڑکے میں پایا جاتا ہے وہ نہیں بتائیں گے وغیرہ وغیرہ اور قول سدید سے ہٹ کر بات کرنے کے نتیجہ میں بہت سے دھوکے ہوتے ہیں اور اکثر ایسی شادیاں یا ٹوٹ جاتی ہیں یا ساری زندگی کے دکھوں پر منتج ہو جاتی ہیں۔ اب یہ سمجھانے کی اس لئے ضرورت ہے کہ میں ملاقاتیں کرتا ہوں اللہ کے فضل کے ساتھ اور ان ملاقاتوں میں آئے دن یہ واسطہ پڑتا ہے۔ اگرچہ میں اس وقت اُن بچیوں کو یا لڑکوں کو سمجھاتا ہوں کہ یہ ملاقاتیں اس غرض سے نہیں ہیں کہ میں تفصیل سے آپ کی یک طرفہ باتیں سنوں اور پھر کوئی فیصلہ کروں۔

جو کچھ لکھنا ہے بہتر ہے کہ نظام جماعت کی معرفت لکھیں اور امیر کی رائے بھی ساتھ شامل ہو، وہ تحقیق کر کے بتائے کہ کیا کس حد تک کس فریق کا قصور ہے لیکن اس صورت میں بھی میں آخری فیصلہ نہیں کروں گا کیونکہ معاملات بالآخر، جو بھی قضائی معاملات ہیں بالآخر، مجھ تک پہنچتے ہی اور مجھے فیصلہ دینا ہوتا ہے۔ اگر میں پہلے ہی فیصلہ دے بیٹھوں تو پھر آخری صورت میں قاضی کیسے بن سکتا ہوں۔ اس لئے میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ اس ملاقات میں آپ نے خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کیا کیونکہ آپ ویسے ملتے، کوئی دعا کے لئے کہہ دیتے، کوئی اچھی بات مجھے سنا دیتے تو یہ وقت ضائع نہ ہوتا لیکن میں اس سے یہ اندازہ ضرور کر لیتا ہوں کہ ابھی بہت سے جماعت میں خائن لوگ موجود ہیں۔ اگر لڑکی قصور وار نہیں تو لڑکا قصور وار ہوگا، اگر لڑکا قصور وار نہیں تو لڑکی قصور وار ہوگی مگر ہوتا ہے خیانت کے نتیجہ میں۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو امانت اور خیانت کا مضمون بیان فرمایا اور اس پر زور دیا اس پر اتنا زور دینے کی ضرورت ہے یعنی اتنی اہمیت دینے کی ضرورت ہے کہ اگر ہم اس کو اہمیت دیں تو ساری جماعت کا تمام معاشرہ سنور جائے اور اس کے علاوہ جو دنیا سنورتی ہے تو پھر دین بھی سنورتا ہے۔ جب دُنیا سنورتی ہے تو آخرت بھی سنورتی ہے۔ تو باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن نتائج ان کے بہت بڑے بڑے نکلنے والے ہیں۔ پھر وہ لوگ بھی ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا وہ بعض دفعہ جان کے دھوکا نہیں دیتے لیکن عادت ہوتی ہے اپنی بات کو سجا کے پیش کرنے کی اور اس عادت کے نتیجہ میں وہ بعض دفعہ غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔ پھر ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے بعد میں مجھے بتایا کہ ہم نے عمداً اس شخص کو دھوکا نہیں دیا تھا یہ بات ذہن سے اتر گئی۔ اب اگر میں تسلیم کرلوں کہ وہ بات ذہن سے اتر گئی تو یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عمداً دھوکا نہیں دیا مگر دھوکا ہو گیا۔ اگر باشعور طور پر یہ عادت ہو کہ جو باتیں ذہن سے نہیں اترنی چاہئیں وہ نہ اتریں اور کھول کر بات بیان کی جائے تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شادی دکھوں پر منتج ہو مگر ایسا ہو چکا ہے، میرے سامنے ایسے معاملات آتے رہتے ہیں۔

پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ اس بات کو یاد رکھیں گے اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، یہی وہ نظام ہے جو ہماری جماعت میں رائج ہے۔ جب بھی ہم انتخاب کرواتے ہیں تو جس شخص کو انتخاب کے لئے کہا جاتا ہے اس پر اعتماد کیا جاتا ہے کہ جو امانت کا حق دار ہے اس کو وہ امانت دے گا۔ اگر وہ امانت

کے حق دار کو حق دینے کی بجائے اپنے عزیز، اپنے رشتہ دار، اپنے دوست کو وہ حق دے دے تو یہ بے ایمانی ہے اور اس کو علم ہی نہیں کہ وہ کتنی بڑی بددیانتی میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اگر بنیادی طور پر جس کو Grass Root کہا جاتا ہے، اس بات کی احتیاط کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی نظام آخر تک سنورتا چلا جائے گا اور کسی موقع پر بھی کسی غلطی کا احتمال نہیں رہتا۔ ابھی پچھلے دنوں ایک مجلس میں لارڈ میئر کے نمائندہ آئے ہوئے تھے وہ بڑے ذہین آدمی تھے۔ انہوں نے باریکی سے مجھ سے جماعت کے متعلق سوال کئے تو اس بات سے ان کے دل پر بہت گہرا اثر پڑا کہ اگر آپ بنیادی طور پر دیانت سکھا رہے ہیں اور دیانت سے ووٹ دینا سکھا رہے ہیں تو پھر ساری دُنیا کو چاہئے کہ آپ سے ڈیماکریسی سیکھے کیونکہ جو ڈیماکریسی کی روح ہے وہ سوائے جماعت احمدیہ کے اور کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ تو آنحضرت ﷺ چودہ سو سال پہلے وہ بات کر رہے ہیں جو آج تک بڑے بڑے دانشوروں کو بھی نصیب نہیں ہو سکی۔ جب تک دیانت سے مشورہ دینے کی عادت نہ ہو ڈیماکریسی کا خیال ہی عنقا ہے، اس کا کوئی وہم و گمان بھی نہیں کرنا چاہئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہم وہ جماعت ہیں جن میں یہ امکانات روشن ہو چکے ہیں کہ ہم تمام دنیا کو ڈیماکریسی سکھائیں یعنی آنحضرت ﷺ کے فرمودات کے مطابق ایسا نظام بنانا سکھائیں جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہو۔ اگر شروع میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو آخر تک پھر یہ اعتماد اٹھتا چلا جاتا ہے۔ یہ مضمون بہت وسیع ہے اور میں نے بہت غور کر کے دیکھا ہے اس پر بہت لمبی تقریریں بھی ہو سکتی ہیں محض لفاظی کے لئے نہیں بلکہ مضمون کے باریک پہلو سمجھانے کی خاطر لیکن اس خطبہ میں جو مضمون سمیٹنا چاہتا ہوں وہ پھر میرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس لئے میں اس چیز کو اس وقت چھوڑتا ہوں۔

ایک اور حدیث ترمذی سے لی گئی ہے۔

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَدِّ الأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔“

(سنن الترمذی، أبواب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی النھی للمسلم... ، حدیث نمبر: 1264)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کو امانت لوٹا دو جس نے تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور اس شخص سے بھی خیانت نہ کرو جو تجھ سے خیانت کرتا ہے۔“

''وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ'' یہ ہے بنیادی بات جو پہلی بات کے علاوہ ہے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو امانت دار ہیں۔ کوئی شخص اگر ہماری امانت رکھتا ہے تو ہم اس کی امانت رکھیں گے اور کوئی ہماری امانت واپس کرتا ہے تو ہم اس کی امانت واپس کریں گے مگر اگر کسی نے ہم سے خیانت کی تو پھر ہمارا حق ہے کہ ہم اس سے بھی خیانت کریں۔ یہ جھوٹ ہے۔ یہ مضمون کا ایک لطیف حصہ ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہم پر روشن فرمایا کہ امانت دار خیانت کر ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ مضمون ہے کہ امانت اور خیانت اکٹھے ایک دل میں نہیں رہ سکتے۔ اس لئے کوئی اس سے خیانت کرے بھی تو وہ خیانت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ بات ہو تو پھر بہت سے دھوکے جو روزمرہ کی اقتصادی زندگی میں انسان کو ہوتے ہیں ان کا ہونا بھی ممکن نہیں رہتا۔ اقتصادی زندگی میں لوگ ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں تو یہ سمجھ کر کہ اس نے دیا ہے تو ہم بھی دے سکتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ دھوکے کے نتیجہ میں دھوکا دینا جائز نہیں اور خیانت کے نتیجہ میں خیانت کرنا جائز نہیں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسے فریق سے جس سے معاہدہ کیا ہو اس سے اس وجہ سے بھی خیانت نہیں کی کہ اس نے خیانت کی تھی۔ جب یہ علم ہوا کہ خیانت کی ہے تو اس پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے وہ عہد توڑ دیا جو دونوں کو کسی خاص معاہدہ کے لئے پابند کرتا تھا۔ فرمایا تم ایسے فریق نہیں ہو کہ تم سے عہد جاری رکھا جا سکے۔ خائن کا یہ بدلہ ہے۔ اگر کوئی خیانت کرتا ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو معاملہ تھا، جو ہم نے عہد باندھا ہوا تھا، یہ عہد ٹوٹ گیا۔ اب تم اپنا معاملہ کرو جس سے چاہو مگر اس کے باوجود اس سے خیانت کا حق نہیں رکھتا۔ کبھی بھی حضور اکرم ﷺ نے کسی سے ادنیٰ بھی خیانت نہیں کی یعنی اپنے دشمن سے بھی جو خائن تھا اس سے بھی خیانت سے پیش نہیں آئے۔

اب امانت کے جو باریک پہلو ہیں ان پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، یہ سنن ابی داؤد کی حدیث ہے۔

''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ۔''

(سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی نقل الحدیث، حدیث نمبر:4868)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی کوئی شخص بات کر کے پلٹ جائے تو وہ بات امانت ہے۔'' اب یہ بات چھوٹی سی ہے لیکن بہت گہری

ہے اور اسے سمجھانا پڑے گا کیونکہ میں نے بھی کچھ دیر غور کے بعد بات سمجھی کہ آنحضور ﷺ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔بات یہ ہے کہ جب آپ ایک دوسرے سے بات کر رہے ہوں تو اگر کوئی درستی کرنے والی تھی تو آپ کا فرض ہے کہ اس وقت درستی کر دیں کیونکہ جب آپ اس بات کو چھوڑ دیں گے تو وہ بات پھر آپ کی بات بنے گی، جو اس کے دماغ میں باقی رہ جائے گی وہ اس کے پاس امانت ہے۔ وہ اس بات کا دین دار ہے کہ وہ بات اتنی ہی بیان کرے جتنی آپ نے بیان کی تھی لیکن باتوں کے دوران بعض دفعہ انسان کو یاد آجاتا ہے کہ یہ بات اس طرح نہیں اس طرح ہے، اس وقت لازم ہے کہ آپ وضاحت کر دیں کیونکہ جب مجلس ختم ہوئی یعنی جب ایک انسان نے وقتی طور پر یا مستقل طور پر اس شخص سے جدائی کر لی تو جو بات آخری اس کو کہی گئی ہے وہ اس بات کا حق دار ہے کہ اسی بات کو آپ کی طرف منسوب کرے۔کئی دفعہ ایسے دو لوگ ہوتے ہیں جو بات کہہ دیتے ہیں اور الگ ہوجاتے ہیں اور پھر اس بات کے اندر کچھ خرابیاں نکلتی ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جب بات بیان کرتا ہے تو کہتے ہیں غلط کہہ رہا ہے میں نے یہ بات نہیں کہی تھی حالانکہ وہ خود غلط کہہ رہے ہوتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے وضاحت نہیں کی تھی اس لئے جس نے جو بات جیسی سمجھی، جیسی اسے سمجھائی گئی اتنی بات تو آپ کی طرف منسوب کرنے کا حق رکھتا ہے۔نہ اس سے زیادہ نہ کم۔

اس ضمن میں بعض مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مسائل بھی ایسے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے نصیحت فرمائی ہے۔مثلاً جب آپ بات کر رہے ہیں تو بات کرنے کے وقت کون سا حق قائم ہوتا ہے، کس پر حق قائم ہوتا ہے۔؟ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجالس کا قیام امانت سے ہے سوائے تین مجالس کے۔اب یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے۔جس پر عمل کرنے کی بے انتہا ضرورت ہے۔جب آپ ایک بات کہہ دیں وہ امانت ہوگئی تو اس کا یہ بھی تو مطلب ہے کہ ایک مجلس میں جو بات، جو منصوبہ بنایا جائے وہ بھی امانت ہوگئی یہ اس کا ایک طبعی نتیجہ نکلتا ہے۔اگر یہ درست ہے تو پھر کوئی کسی قسم کا منصوبہ بنا رہا ہو جس نے وہ بات سنی ہو وہ امین ہو جائے گا اور وہ اسے آگے ظاہر کر ہی نہیں سکتا۔ یہ خطرہ ہے۔آنحضرت ﷺ دیکھیں کتنی باریکیوں سے ان خطرات پر آگاہ ہیں اور ہمیں نصیحت فرماتے ہیں کہ ان خطرات میں مبتلا نہیں ہونا۔سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ: سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ، أَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ، أَوْ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔“

(سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في نقل الحديث، حدیث نمبر:4869)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مجالس امانت ہیں جو باتیں اس میں کہی جائیں گی وہ آخری بات جس شکل میں بھی کی گئی ہے آپ اس کے امین بن گئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات اتنی ہی کہیں جو آگے کہنی ہے لیکن اس کے ساتھ بعض مجالس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ یہ راز کی بات ہے اور جب یہ شرط ہو جائے تو خواہ وہ بات اتنی ہی ہو جو آپ سے کی گئی ہے آپ آگے کہنے کے مجاز نہیں رہتے۔ یہ بھی امانت کا ایک پہلو ہے۔ بعض دفعہ امانتیں رکھوائی جاتی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ کسی کو بتانا نہیں۔ چنانچہ کئی لوگ ہیں وہ اس طرح امانت رکھ جاتے ہیں کہ کسی کو پتا نہ چلے، بعض امانتیں میرے پاس بھی ایسی رکھوائی گئیں جس میں بیویوں نے کہا ہمارے خاوند کو نہ پتا چلے کہ یہ ہم نے امانت رکھوائی ہے کیونکہ اس سے خاوندوں کے دل میں بدظنی پیدا ہو سکتی تھی۔ بعض دفعہ عورتوں نے بے چاریوں نے اپنی محنت کر کے کوئی مال کمایا ہوتا ہے اور مجھے علم ہوتا ہے کہ دیانت دار عورتیں ہیں۔ اگر وہ خاوند کو پتا چل جائے کہ انہوں نے کما کے رکھا تھا اور مجھ سے چھپا کے رکھا ہے تو بعض خاوند دوسروں کے مال پر بڑے شیر ہوتے ہیں۔ وہ پھر غصہ کرتے ہیں کہ تم نے یہ بات، یہ چیز کیوں مجھ سے چھپائی اور اکثر عورتیں ہیں جو رکھنا چاہتی ہیں تا کہ آئندہ کسی نیک موقع پر خرچ کر سکیں۔ تو میں بھی پوری تحقیق کے بعد پھر امانت رکھ لیتا ہوں اور کبھی ان کے خاوندوں کو ہوا تک نہیں لگنے دی کہ ان کی بیوی نے یہ امانت رکھوائی ہے۔

پس امانت کے یہ سارے مضامین ہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بیان فرما دئے ہیں کوئی پہلو بھی باقی نہیں چھوڑا۔ فرمایا ایسی صورت میں امین ہو جاؤ گے تم، تم نے وہ بات آگے نہیں کرنی، کسی صورت میں نہیں کرنی سوائے تین قسم کی مجالس کے۔ ان میں تم امین نہیں رہے بلکہ امانت کا مضمون ہی بدل گیا۔ اگر ان باتوں کو بیان نہیں کرو گے تو پھر امین نہیں ہو گے۔ اگر بیان کرو گے اور متعلقہ آدمیوں تک بیان کرو گے تو امین، نہیں کرو گے تو غیر امین، یعنی خائن سمجھے جاؤ گے۔ یہ وہ مضمون ہے جس میں فرمایا کہ سوائے تین مجالس کے، ناحق خون بہانے پر مشورہ ہو، اب بے شمار ایسے واقعات بدقسمتی سے ہمارے ملک پاکستان ہی میں ہو رہے ہیں جہاں خونِ ناحق بہانے کے مشورے کئے

جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص بتا دے تو اس کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے یعنی کوشش کی جاتی ہے کہ اس کو بھی قتل کر دیں۔ کراچی میں جو ''حقیقی''، ''غیر حقیقی'' کے قصے چل رہے ہیں ان کی تفصیل میں تو مَیں نہیں جاسکتا لیکن اتنا پتا ہے کہ وہ لوگ جو منصوبہ بناتے ہیں کسی کو قتل کرنے کا خواہ وہ مہاجرین کی طرف سے ہو یا حکومت کی ایجنسیوں کی طرف سے ہو یا ہندوستان یا غیر ملکوں کی طرف سے ہو اس تفصیل میں مَیں نہیں جانا چاہتا مگر اتنا مجھے علم ہے کہ جب اس منصوبے کا انکشاف کر دیا جائے حکومت کے اوپر یا انصاف قائم رکھنے والے اداروں پر تو اکثر ان کا بدلہ اتارا جاتا ہے اور ان کو قتل کی دھمکی دی جاتی ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے۔ تو یہ وہ ایک معاملہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے متنبہ فرما دیا تھا کہ اگر خون ناحق کا منصوبہ ہے تو یاد رکھنا تمہاری امانت کا تقاضا یہ ہے کہ متعلقہ عہدیداروں تک ضرور بات کو پہنچاؤ۔ وہاں امانت کا مفہوم بدل گیا۔ اگر یہ بات نہیں پہنچاؤ گے تو تم امین نہیں ہو گے، پھر تم نے خیانت کی جس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی مجلس ہو تو پیشتر اس کے کہ بات آگے بڑھے فوراً انسان اٹھ کر آجائے۔ اگر ڈرپوک ہے یا سمجھتا ہے کہ میرے حالات اجازت نہیں دیتے کہ میں یہ خطرہ مول لوں تو بہتر یہ ہے کہ اس مجلس سے یہ کہہ کر جدا ہو جائے کہ مجھ پر اعتبار نہ کرو کیونکہ اگر ایسی بات تم نے کی اور مجھے اس منصوبہ کا علم ہو گیا تو مجھ سے بات نکل جائے گی ۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جان بچا سکتا ہے اور اپنی امانت بھی بچا سکتا ہے۔ تو وہ لوگ جو روزمرّہ آج کل پاکستان میں ان مسائل کا شکار ہیں ان کے لئے یہ نصیحت ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنی جان بچائیں اور اپنا ایمان بچائیں لیکن اگر آپ اس منصوبہ میں بیٹھے رہے تو پھر خواہ کوئی بھی قیمت دینی پڑے خواہ جان کی قیمت دینی پڑے امانت کا مضمون یہ ہے کہ امانت ادا کرو اور بے ایمان کے راز کو راز نہ سمجھو، وہ دوسروں تک پہنچاؤ یعنی حکومت یا ان ذمہ دار آدمیوں تک پہنچاؤ جو اس کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

دوسری چیز ہے بدکاری کا منصوبہ۔ اب یہ منصوبے بھی بہت بن رہے ہیں۔ ہر ملک میں بنتے ہوں گے لیکن بعض ممالک میں باقیوں سے زیادہ بنتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ پولیس بھی ان منصوبوں میں شامل ہوتی ہے۔ مل کر کئی لوگوں کے ساتھ بدکاری کا منصوبہ بنایا جاتا ہے اور آئے دن پکڑے بھی جاتے ہیں اور بہت ہیں جو نہیں بھی پکڑے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس منصوبہ کا اگر علم ہو جائے تو لازم ہے کہ متعلقہ عہدیداروں تک اس بات کو پہنچادو ورنہ تم خائن ہو گے۔ تو بات کر دینا امانت کی علامت ہے اور بات کو روک لینا خیانت کی علامت ہے۔

پھر فرمایا جس میں کسی کا مال ناحق دبانے کا منصوبہ ہو۔ اور یہ منصوبے بھی اس کثرت سے بنتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ پاکستان کے حالات کا تو ہمیں علم ہوتا رہتا ہے، اخبارات میں آتے رہتے ہیں اور لوگ بھی لکھتے رہتے ہیں۔ وہاں تو ایک دوسرے کا مال دبانے کا منصوبہ ایک روزمرّہ کا دستور بن چکا ہے۔ اس منصوبہ میں جو انصاف کرنے والے ادارے ہیں ان کو بھی شامل کیا جاتا ہے اور مجھے تو آئے دن ایسی احمدیوں کی چٹھیاں ملتی رہتی ہیں کہ ہم اس میں بالکل بے قصور پکڑے گئے ہیں۔ جو کاغذات بنائے گئے ہیں سارے جعلی ہیں اور جب شکایت کرو تو جن کے پاس شکایت کی جاتی ہے انہوں نے بھی اپنا حصّہ بیچ میں ڈالا ہوتا ہے۔ اب کس کے پاس شکایت کریں، کسے منصف بنائیں، یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ سارا معاشرہ بگڑ چکا ہے۔ اور اگر یہ بات ہو کہ جب بھی، جہاں بھی ایسا منصوبہ بنے وہ ایسے لوگوں تک پہنچایا جائے جو اس کا ازالہ کر سکتے ہوں تو شروع میں ضرور کچھ نہ کچھ منصف تو ہوتے ہی ہیں معاشرہ میں۔ آج کل جو معاملہ ہے حد سے زیادہ بگڑ چکا ہے میں اس کی بات نہیں کر رہا۔ مگر اگر آغاز ہی سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھا جاتا تو ممکن ہی نہیں تھا کہ یہ معاملہ آگے بڑھ جاتا۔

پس یہ ایک ہی حدیث جو چودہ سو سال پہلے کی نصیحت ہے تمام ملکوں کے معاشرہ کو درست کرنے کے لئے کافی ہے۔ حیرت انگیز نصیحت ہے لیکن چونکہ ابھی وقت ختم ہو رہا ہے اور اس مضمون میں اور بھی بہت سی باتیں کرنے والی ہیں جو انشاء اللہ میں اگلے خطبہ تک اٹھا رکھتا ہوں اور اب اسی پر آپ سے اجازت چاہوں گا۔ انشاء اللہ اگلا خطبہ انگلستان میں ہوگا۔ وہاں جا کر اسی مضمون کے بعض دوسرے پہلو آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ جرمنی سے اب مجھے مزید خیانت کی وہ شکایتیں نہیں ملیں گی جن کی تفصیل میں نے آپ پر کھول دی ہے۔ امیر صاحب جرمنی کی ایک اور ذمہ داری ہے اس پہلو سے نظر رکھیں۔